

رسول اللہ ﷺ کی شخصیت پر اعتراضات

[”سیر و سوانح“ کے زیر عنوان شائع ہونے والے مضامین ان کے فاضل مصنفین کی اپنی تحقیق پر مبنی ہوتے ہیں، ان سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت میں مکہ کے عوام و خواص کی دلچسپی اور اس سے مرعوبیت کو دیکھتے ہوئے جب قریش کے لیڈروں کو اس دعوت کی کامیابی کے آثار نظر آنے لگے اور ہر گھر میں اس کا چرچا ہونے لگا تو انھوں نے جہاں قرآن کی حیثیت کو مشکوک قرار دینے کی کوشش کی، وہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول اللہ ہونے کی حیثیت کو بھی مشتبہ ثابت کرنے کی سعی کی اور ایسے ایسے نکات پیش کیے جن سے عوام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کیا جا سکے، یہ حملہ کئی جہتوں سے ہوا۔

بشریت کا طعنہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے خانوادہ بنی ہاشم میں پیدا ہوئے۔ آپ کا شجرہ نسب معلوم و معروف تھا۔ آپ کی پرورش اہل مکہ کی نظروں کے سامنے ہوئی۔ آپ نے تجارت کو ذریعہ معاش بنایا۔ مکہ کے تاجروں کے ساتھ آپ کی شراکتیں رہیں اور آپ نے ایک سچے اور امانت دار تاجر کے طور پر نام پیدا کیا۔ آپ نے قریش ہی کے ایک خانوادہ میں شادی کی اور آپ کے بیٹے اور بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ ظاہر ہے کہ آپ کی تمام ضرورتیں وہی تھیں جو معاشرہ کے ہر فرد کی ہوتی ہیں۔ آپ کو دوسرے انسانوں کی طرح زندگی کے نشیب و فراز سے گزرنا پڑا۔ جن مسائل سے آپ

دوچار ہوئے، وہ وہی مسائل تھے جو عام انسانوں کو پریشان رکھتے ہیں۔ اس اعتبار سے آپ کی زندگی دوسرے لوگوں سے کسی طرح مختلف نہ تھی۔ لہذا قریش کے پاس یہ پروپیگنڈا کرنے کا پورا موقع موجود تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمام بشری خصوصیات رکھتے ہیں۔ یہ ہماری طرح کھاتے پیتے ہیں۔ اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے ان کو بازاروں کی خاک چھانی پڑتی ہے۔ یہ بیوی بچوں کے مسائل سے بالکل ہماری طرح دوچار رہتے ہیں۔ ان کو بیماری اور موت کے مراحل سے بھی دوسرے انسانوں کی طرح گزرنا ہے۔ پھر یہ کس برتے پر خدا کا نمائندہ ہونے کے دعوے دار ہیں۔ یہ ہماری مانند صرف ایک بشر ہیں اور نبی و رسول ہونے کا ان کا دعویٰ بالکل بے حقیقت ہے۔

ظاہر ہے کہ محض اس پروپیگنڈے سے قریش کی بات ذہین لوگوں کے دلوں میں جگہ نہ پاسکتی تھی۔ وہ دعوے رسالت کی صداقت کا اطمینان کرنے کے لیے مزید سوالات کرتے تو قریش کے اکابر کو اپنی بات منوانے کے لیے کئی کئی توجیہات کرنا پڑتیں۔ وہ کہتے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بطور رکن خاندان اور تاجراتی کامیابی حاصل نہیں ہوئی کہ ان کا شمار سادات قریش میں ہوتا، اس لیے انھوں نے دوسروں پر فوقیت حاصل کرنے کی غرض سے ایک ایسا دعویٰ کر دیا ہے جس کی صداقت کو جانچنے کا کوئی ذریعہ نہیں۔ اگر ہم اس دعویٰ سے مرعوب ہو کر اپنے ہی جیسے ایک بشر کو خدا کا نمائندہ سمجھ کر سر پر بٹھالیں گے تو بلا وجہ اس کے مطیع ہو کر نقصان اٹھائیں گے۔ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض لوگوں نے دعوے نبوت کو قریش کے خانوادوں کی باہمی جھگڑا کے تناظر میں بھی دیکھا اور بنو امیہ کے ایک لیڈر نے یہ کہا کہ ہم نے بنو ہاشم کا مقابلہ ہرمیدان میں کیا اور ان سے ہار نہ مانی۔ اب ان کے ایک فرد نے نبوت کا دعویٰ کر کے ہم پر اپنی فضیلت جمانے کا ارادہ کیا ہے تو کیا ہم ان کے غلام بن کر رہ جائیں!

کبھی قریش عوام کو بے وقوف بنانے کے لیے اس حقیقت کا انکار کر دیتے کہ اللہ تعالیٰ کسی بشر پر کوئی وحی نازل کر سکتا ہے۔ وہ کہتے کہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر فرشتے اتر سکتے ہیں تو آخر ہم پر کیوں نہیں اتر سکتے؟ اگر یہ شخص اپنے دعویٰ میں سچا ہے تو ہم بھی توقع رکھتے ہیں کہ ہمیں وہی کچھ ملے جو اللہ کے رسولوں کو دیا گیا۔ اسی طرح کی وحی ہمارے پاس بھی آئے جس طرح کی وحی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل ہوتی ہے۔ اس صورت میں ہمیں کوئی شبہ لاحق نہ ہو گا، ہم وحی پر ایمان لے آئیں گے۔ اس کے بغیر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دعوے نبوت کو ہم تسلیم نہیں کر سکتے۔ قریش یہ بھی کہتے کہ ایک بشر اللہ کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچانے کا ذریعہ نہیں بن سکتا، لازم ہے کہ فرشتے یہ فریضہ سرانجام دیں جو ایک نورانی مخلوق اور اللہ کے مقرب ہیں۔ اگر اللہ کو ہماری تعلیم مطلوب ہوتی تو وہ فرشتوں کو ہماری رہنمائی کے لیے ہمارے درمیان بھیجتا۔ لہذا جب تک یہ انتظام نہیں ہوتا ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دعویٰ کو

محض جھوٹ سمجھتے رہیں گے۔

مکہ کے عوام جب قرشی لیڈروں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کے بارے میں سوال کرتے جو لوگوں کو متاثر کر رہی تھی، پھر وہ انبیاء کی تاریخ کے ان واقعات کے بارے میں دریافت کرتے جو قرآن بیان کرتا اور رسول کے جھٹلانے والوں کو ان کے انجام کی خبر دینے کے لیے سناتا تھا تو قریش ان کو تسلی دیتے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جو کچھ پیش کر رہے ہیں، یہ ان کی من گھڑت باتیں ہیں۔ یہ محض گزشتہ اقوام کے بے اصل قصے اور ماضی کے افسانے ہیں جن کو خدا کے نام سے پیش کیا جا رہا ہے۔ اس میں کسی قدر دخل اہل کتاب کی سازش کو بھی ہے۔ ان میں سے کوئی شخص محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنی کتابوں کی معلومات صبح و شام فراہم کرتا ہے اور وہ ان معلومات کو وحی بتا کر پیش کرتے ہیں۔ قریش اسلاف کے ساتھ عوام کی محبت کے جذبہ کو بھی حق کی مخالفت میں بطور حربہ استعمال کرتے۔ وہ کہتے کہ محمد کی تعلیم کا ہمارے بزرگوں کی تعلیم سے کیا مقابلہ ہے۔ اصل علم تو وہی ہے جو ہمارے پاس اسلاف سے منتقل ہو کر آیا ہے۔ یہ شخص تمہیں اپنے معبودوں سے برگشتہ کرنا چاہتا ہے اور اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے اس نے رسول کا روپ دھار لیا ہے۔ لہذا وقت کا تقاضا یہ ہے کہ لوگ محمد سے دور رہیں، اس کی باتوں پر کان نہ دھریں اور اپنے اسلاف کے طور طریقہ اور معبودوں کی پوجا پاٹ پر یکسوئی سے جمے رہیں۔ یہ جو بات کہہ رہا ہے، ہم نے اس دور آخر میں تو سنی نہیں۔ یہ محض ایک من گھڑت بات ہے، اس خیال کے پھیلانے میں حصہ اگرچہ قریش کے متعدد لیڈروں نے لیا لیکن اس میں پیش پیش ان کے دو سردار ابولہب اور ابو جہل تھے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سائے کی طرح لگے رہتے۔ آپ جب کسی فرد یا جماعت کو خدا کا پیغام سناتے اور توحید کی تعلیم دیتے تو یہ فوراً آپ کی تقریر کا اثر زائل کرنے کے لیے اسلاف کے حوالہ سے لوگوں کو بتاتے کہ یہ شخص ہمارے معزز و محترم اسلاف کی شان میں گستاخی کرتا اور ان کو حق سے منحرف سمجھتا ہے۔ اس لیے اس کی بات کو اہمیت نہ دو۔ ابولہب کی یہ منادی تاریخ کے اوراق میں ان الفاظ میں نقل ہوئی ہے:

”اے بنو فلان، یہ شخص تم لوگوں کو اس بات کی دعوت دے رہا ہے کہ تم لات وعزلی اور بنو مالک بن اُقیش کے

جنوں میں اپنے حلیفوں کا جو اپنی گردنوں سے اتار کر اس کی لائی ہوئی بدعت و ضلالت کو قبول کر لو۔ پس تم نہ اس کی

بات سننا، نہ اس کو قبول کرنا۔ (السیرۃ النبویہ، ابن ہشام ۴۲۳/۱)۔

ان لوگوں نے اپنے غنڈہ عناصر کو بھی سکھا رکھا تھا کہ جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) لوگوں کو اپنی بات سنارہے ہوں

تو شور کر کے اور ہڑبونگ مچا کر اس بات کو ناممکن بنا دیا کرو کہ وہ اپنی بات پورے سکون کے ساتھ کسی کو سمجھا سکیں۔ وہ

عوام کو اپنے موقف کے صحیح ہونے کی تسلی دیتے ہوئے کہتے کہ ہم جن معبودوں کو پوجتے اور ان کے نام پر جن چیزوں کو حلال و حرام ٹھہراتے ہیں، یہ سب خدا ہی کی مرضی سے کرتے ہیں۔ اگر یہ کام غلط ہوتے تو خدا ان کو کیسے گوارا کرتا۔ وہ لازماً اپنی قدرت سے ہمیں ان سے روک دیتا۔ قیامت کے تصور کو وہ محض ایک ڈرا و قرار دیتے اور کہتے کہ جب ہم مر کر مٹی اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو اس کے بعد دوبارہ زندگی پانے اور اٹھائے جانے کا کوئی امکان نہیں۔ محمدیہ تصور محض اپنے پیروں کی تعداد بڑھانے کے لیے پیش کر رہے ہیں۔

قریش کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت پر معترض ہونا بالکل ناروا تھا۔ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام عربوں کے جدا مجد تھے۔ قریش ان کے شجرہ نسب کو جانتے اور اپنا شجرہ نسب ان تک پہنچانے میں فخر محسوس کرتے تھے۔ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ یہ دونوں بزرگ شخصیتیں نبوت کے منصب پر فائز تھیں اور انھی کا بتایا ہوا دین تھا کہ جس کے بقایا قریش کو عزیز اور ان کی سیادت کا ایک سبب تھے۔ لہذا قریش سے یہ بات مخفی نہیں تھی کہ خدا کے پیغمبر بشر ہی ہوتے ہیں، وہ دوسرے لوگوں کی طرح کھاتے پیتے، شادی بیاہ کرتے، بیوی بچوں میں رہتے اور زندگی کے ان مشاغل میں حصہ لیتے ہیں جن میں دوسرے لوگ حصہ لیتے ہیں۔ قریش انبیاء بنی اسرائیل کے بارے میں بھی معلومات رکھتے تھے کہ یہ سب بشر تھے، ان میں سے کوئی فرشتہ نہ تھا۔ لہذا بشریت پیغمبری میں کبھی مانع نہیں ہوئی۔

انبیاء کا تعلق کسی دوسری مخلوق سے سمجھنا ایک ناقابل فہم بات تھی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسانوں کی تعلیم و اصلاح کے لیے ایک انسان ہی موزوں ہو سکتا تھا کیونکہ اس کے جذبات و احساسات، عواطف و ضروریات اور عمومی صلاحیتیں انھی جیسی ہوتی ہیں، ورنہ وہ انسانوں کو نہ ان کے اپنے انداز میں کوئی بات سمجھا سکتا نہ عمل میں ان کے لیے نمونہ پیش کر سکتا۔ ہاں اگر زمین میں فرشتے آباد ہوتے اور ان کی تعلیم مقصود ہوتی تب اللہ تعالیٰ یقیناً فرشتہ ہی کو نبی بناتا، کیونکہ وہی اس کام کے لیے موزوں ترین ہوتا۔ اسی بات کو قرآن نے واضح کرتے ہوئے فرمایا:

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَنْ يُؤْمِنُوا إِذْ جَاءَهُمُ
الْهُدَىٰ إِلَّا أَنْ قَالُوا أَبَعَثَ اللَّهُ بَشَرًا
رَّسُولًا. قُلْ لَوْ كَانَ فِي الْأَرْضِ
مَلَائِكَةٌ يَّمْشُونَ مُطْمَئِنِّينَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِم مِّنَ
السَّمَاءِ مَلَكًا رَّسُولًا.

”لوگوں کے پاس جب ہدایت آ گئی تو اس پر ان کے ایمان لانے میں اس کے سوا کوئی رکاوٹ نہیں بنی کہ انھوں نے یہ کہا کہ اللہ نے ایک بشر کو رسول مبعوث کیا ہے! تم انھیں بتاؤ کہ اگر زمین میں فرشتے چلتے پھرتے اور قیام پذیر ہوتے تو ہم ان پر آسمان

سے کوئی فرشتہ ہی رسول بنا کر اتارتے۔“

(بنی اسرائیل ۱۷: ۹۴-۹۵)

فرشتوں کو فرداً فرداً انسانوں کے پاس بھیجنے کا مطالبہ بھی اس لیے ناروا تھا کہ نبوت کا تاج پہننے کے لیے موزوں شخص وہی ہو سکتا ہے جو معاشرے کا صالح ترین انسان، سلامتی طبع اور صفائی قلب کا اعلیٰ نمونہ اور بلند اخلاق و کردار کا عمدہ پیکر ہو۔ ایسا شخص اپنی فطرت کے لحاظ سے وحی کا نور اپنے اندر سمو لینے پر قادر ہوتا ہے جبکہ دنیا داری میں لتھڑے ہوئے لوگ اس لائق نہیں ہوتے کہ وہ فرشتہ وحی سے کچھ اخذ کر سکیں۔ اسی لیے قرآن نے قریش کے مطالبہ کا یہ جواب دیا کہ ”اللہ خوب جانتا ہے کہ رسالت کی ذمہ داری کس کو سونپے“۔

قریش کے اس مطالبہ کے جواب میں کہ آخر فرشتے ہم پر کیوں نہیں اترتے، قرآن نے جہاں یہ وضاحت کی کہ ہر شخص اس کا اہل نہیں کہ اللہ اس کو نبوت کے مقصد کے لیے منتخب کر لے، وہیں ایک مسکت جواب یہ بھی دیا کہ فرشتے کا نزول دوسرے لوگوں پر بھی ہو سکتا ہے، لیکن یہ بندوں کے لیے بے حد خطرناک ہوتا ہے، کیونکہ فرشتے کسی مقصد حق کے ساتھ آتے ہیں اور رسولوں کے جھٹلانے والوں کے معاملہ میں مقصد حق ان کو کیفر کردار تک پہنچانا ہوتا ہے جس کی مثال قوم لوط پر عذاب نازل کرنے کے لیے فرشتوں کی آمد کا واقعہ ہے۔ فرمایا:

وَقَالُوا يَا أَيُّهَا الَّذِي نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ إِنَّكَ لَمَجْنُونٌ. لَوْ مَا تَأْتِينَا بِالْمَلَائِكَةِ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ مَا نُنْزِلُ الْمَلَائِكَةَ إِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوا إِذَا مُنْظَرِينَ. إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَفِظُونَ.

”یہ کہتے ہیں کہ اے وہ شخص جس پر یاد دہانی اتاری گئی ہے، تم تو ایک جھٹی ہو۔ اگر تم سچے ہو تو ہمارے پاس فرشتوں کو کیوں نہیں لاتے؟ ہم فرشتوں کو نہیں اتارتے، مگر فیصلہ کے ساتھ اور اس وقت ان کو مہلت نہیں ملے گی۔ یہ یاد دہانی ہم ہی نے اتاری ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔“ (الحجر: ۱۵-۹)

حقیقت یہ ہے کہ بشریت کے اعتراض کا سامنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح آپ سے پہلے آنے والے تمام انبیاء و رسل کو کرنا پڑا۔ قریش کا یہ موقف نیا نہیں تھا کہ اللہ نے ان کے پاس ایک بشر کو رسول بنا کر کیوں بھیجا۔ ہر دور کے لوگوں کو یہ اشکال پیش آیا اور انھوں نے نبوت و رسالت کے اعلان کو اپنے اوپر پیغمبر کی برتری حاصل کرنے کی کوشش ہی قرار دیا۔ یہ بات قرآن کے حسب ذیل بیان سے واضح ہے:

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَقَالَ يَتَّقُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَهِ غَيْرُهُ. أَفَلَا تَتَّقُونَ. فَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَوْمِهِ مَا هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُرِيدُ أَنْ

”اور ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا تو اس نے دعوت دی کہ اے میری قوم کے لوگو، اللہ ہی کی بندگی کرو، اس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں، تو کیا تم (اس کے غضب سے) ڈرتے نہیں؟ تو اس

يَنْفَضِّلَ عَلَيْكُمْ. وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَأَنْزَلَ مَلَائِكَةً
مَّا سَمِعْنَا بِهَذَا فِي آبَائِنَا الْأَوَّلِينَ.

(المومنون ۲۳: ۲۳-۲۴)

کی قوم کے سرداروں نے، جنہوں نے کفر کیا، کہا کہ
یہ تو بس تمہارے ہی جیسا ایک بشر ہے۔ یہ تم پر اپنی
برتری جمانا چاہتا ہے۔ اور اگر اللہ رسول ہی بھیجنا چاہتا
تو فرشتوں کو بھیجتا۔ اس طرح کی بات ہم نے اپنے
اگلے بزرگوں میں تو سنی نہیں۔“

”پھر ہم نے ان کے بعد دوسرے لوگ اٹھائے اور
ان میں بھی ایک رسول انھی میں سے اس دعوت کے
ساتھ بھیجا کہ اللہ کی بندگی کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی
معبود نہیں، تو کیا تم اس سے ڈرتے نہیں؟ اس کی قوم
کے سرداروں نے جنہوں نے کفر کیا اور آخرت کی پیشی
کو جھٹلایا، اور ان کو ہم نے دنیا کی زندگی میں خوش حالی
دے رکھی تھی، کہا کہ یہ تو بس تمہارے ہی مانند ایک
بشر ہے۔ وہی کھاتا ہے جو تم کھاتے ہو اور وہی پیتا ہے
جو تم پیتے ہو۔ اور اگر تم نے اپنے ہی جیسے ایک بشر کی
بات مان لی تو تم بڑے ہی گھالے میں رہو گے۔ کیا وہ
تمہیں اس بات کا ڈراوا دیتا ہے کہ جب تم مر جاؤ گے
اور خاک اور ہڈیاں بن جاؤ گے تو تم پھر نکالے جاؤ
گے؟ بہت ہی بعید اور نہایت ہی مستبعد ہے یہ ڈراوا جو

تمہیں سنایا جا رہا ہے۔“

جہاں تک سابق انبیاء کے واقعات کا تعلق ہے تو سچی بات یہ ہے، اور یہ قریش سے بھی مخفی نہ تھی کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ان کے بارے میں از خود کوئی معلومات نہیں رکھتے تھے۔ آپ نے سابق آسمانی صحیفوں میں سے
کچھ پڑھا تھا اور نہ لکھنے پڑھنے کے فن سے واقف تھے۔ اس کے باوجود آپ جو کچھ سناتے، وہ پوری صحت کے ساتھ
سناتے، بلکہ اس میں اگر اہل کتاب نے کوئی گھپلا کیا ہوتا تو اس کی اصلاح بھی شامل ہوتی، نیز ہر واقعہ میں پنہاں سبق
بھی نمایاں ہوتا۔ گویا واقعات محض بطور قصہ نہ سنائے جاتے، بلکہ ان کا اطلاق قریش کے حالات پر کیا جاتا۔

بسا اوقات ایسا ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کر کے ماضی کے کسی واقعہ کے بارے میں پوچھا گیا تو قرآن میں اس کی پوری وضاحت آگئی۔ بالفرض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی تعلیم دینے والا تھا تو اس طرح کے سوالات کا پورا جواب فی الفور آپ نے کیسے فراہم کر دیا۔ ظاہر ہے کہ غیب کی یہ خبریں آپ کو بذریعہ وحی دی جاتی تھیں کیونکہ آپ اللہ کے رسول تھے اور ہر قدم پر اللہ تعالیٰ خود ہی آپ کی رہنمائی فرما رہا تھا۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کے مدین کے قیام اور کوہ طور کے واقعات، زکریا علیہ السلام کے ہاں بیٹے کی ولادت، مریم علیہا السلام کی کفالت کے احوال، یوسف علیہ السلام کی زندگی کی سرگزشت، ذوالقرنین کی فتوحات اور متعدد پیغمبروں کے واقعات قرآن میں مفصل بیان ہوئے، یہ سب باتیں اللہ تعالیٰ نے اپنے علم سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائیں، حالانکہ اس سے پہلے یہ آپ کے علم و اطلاع سے باہر کی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن نے ایسے واقعات کو بیان کرنے کے بعد یہ وضاحت کر دی کہ:

تِلْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهَا إِلَيْكَ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَا أَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هَذَا. (ہود: ۱۱۹)

”یہ ماجرا غیب کی باتوں میں سے ہے جو ہم تم کو وحی کُنتَ تَعْلَمُهَا أَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ“ اس کو بجاتے تھے اور نہ تمہاری قوم کے لوگ ہی۔“

اسی طرح اسلاف کی تعلیم، جس پر قریش کو ناز تھا اور جس کے مقابلہ میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کو نظر انداز کیے ہوئے تھے، معلوم تاریخی حقائق کی روشنی میں وہ نہیں تھی جو حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام سے ان کی نسل کو منتقل ہوئی تھی۔ اس میں سب سے بڑی نقب عمرو بن لُحی خزرجی نے لگائی جب اس نے خانہ کعبہ میں بت داخل کیے۔ بعد میں بیت اللہ کے منتظمین نے اس شرک کی سرپرستی کی اور بدعات پر مبنی ایک پوری شریعت رائج کر دی۔ بدعات پر مبنی اسی مذہب کے خلاف حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سچے پیرو حنفاء ہمیشہ احتجاج کرتے رہے اور انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک اپنا وجود باقی رکھا۔ قریش کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عمومی اخلاقی تعلیم سے عناد نہ تھا، لیکن جب مشرکانہ نظام پر زد پڑتی تو ان کے مفادات آڑے آ جاتے اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت پر کمر بستہ ہو جاتے۔

اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت پر اعتراض کرنے کی قریش کے پاس کوئی واقعی بنیاد نہ تھی۔ اس حوالہ سے انھوں نے جو باتیں بنائیں، وہ عقل اور حقائق کی روشنی میں بالکل غلط تھیں۔

دنیاوی خوش حالی نہ ملنے کا طعنہ

قریش یہ بات بھی کہتے کہ اگر خدا نے ایک انسان ہی کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا تھا تو یہ کیوں نہ ہوا کہ اس کی دنیاوی

حالت میں ایسی تبدیلیاں کر دی جاتیں جو اس کو دوسرے لوگوں سے ممتاز کر دیتیں اور وہ عرب کے سرداروں کے سامنے بہتر اسباب حیات کے ساتھ گردن تان کر کھڑا ہو سکتا۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تو خوش حالی تک بھی حاصل نہیں جبکہ مکہ اور طائف دونوں بستیوں کے اشراف میں متعدد لیڈر ایسے ہیں جو معاشی آسودگی اور اپنی بھاری شخصیت کی بنا پر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر فوقیت رکھتے ہیں۔ یہ لیڈر اس لائق تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیجتا۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھیوں میں بھی کوئی بڑی شخصیت نہیں۔ کچھ بے سمجھ نوجوان اور لونڈی غلام ان کے گرد جمع ہو گئے ہیں۔ کوئی عاقل و فرزانہ لیڈر ان کے دام میں نہیں پھنسا۔ گویا ان کی تعلیم صرف ان لوگوں کو متاثر کر سکی ہے، جن کی ذہنی سطح اونچی نہیں اور جو سچ اور جھوٹ میں امتیاز کرنے کی صلاحیت سے بے بہرہ ہیں۔

قریش کے کچھ مطالبات ایسے تھے جو اسی ذہنی پس منظر کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیے جاتے۔ مثلاً یہ کہ آپ اگر فی الواقع خدا کے نمائندہ ہیں تو ہمارے لیے اس سنگلاخ زمین میں پانی کا ایک چشمہ ہی جاری کر دیں۔ یا اپنے لیے ہی ایک نخلستان اور تاکستان حاصل کر لیں جس کے پھول پتھر پانی کی نالیاں ہوں جو اس باغ کو سیراب کریں۔ یہ باغ آپ کی خوشحالی کا فریضہ بنے اور خدا کی نگاہ میں آپ کے معزز و مکرم ہونے کا ثبوت ہو۔ یا قیام کے لیے خدا سونے کا ایک محل بنا دے جو آپ کی امارت کا منہ بولتا ثبوت ہو۔ قریش اس بات کی توقع بھی رکھتے کہ اللہ کے رسول کی حیثیت سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کچھ غیر معمولی کام ان کے اطمینان کے لیے کر کے دکھانے چاہئیں۔ مثلاً اس بات کے ثبوت کے لیے کہ آپ جو کچھ کہتے ہیں، وہ اللہ ہی کی جانب سے ہوتا ہے، ایسا کیوں نہیں ہو جاتا کہ آسمان کے کچھ ٹکڑے ہم پر گر پڑیں۔ یا خدا اور اس کے فرشتے ہمارے بالمقابل نمودار ہو جائیں۔ یا آپ ہماری نظروں کے سامنے آسمان کی طرف چڑھ جائیں اور وہاں سے وحی لکھوا کر لائیں جس کو ہم خود پڑھ سکیں۔ ان میں سے کوئی ثبوت مہیا ہو جائے تو ہم آپ کو خدا کا سچا پیغمبر مان لیں گے۔ قریش کا خیال یہ تھا کہ جب ہم دنیاوی اسباب و وسائل کے اعتبار سے مسلمانوں سے بہتر ہیں تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ خدا کی نگاہوں میں بھی ہم ان سے بہتر ہیں۔ اگر ہم خدا کے مغضوب ہوتے تو وہ ہمیں عیش کرنے کے لیے نہ چھوڑ دیتا۔

اسی طرح قریش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروں کو حقیر جانتے۔ اسی لیے ان کے اکابر ان کے برابر بیٹھنے میں اپنی سبکی سمجھتے اور صاف کہہ دیتے کہ ہم آپ کی بات اس وقت سنیں گے جب آپ ان لوگوں کو اپنے پاس سے اٹھا دیں۔ روایات میں آتا ہے کہ قریش ان غریب مسلمانوں کا بہت مذاق اڑاتے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے تھے۔ ان کی تذلیل کی جاتی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی رفاقت پر طعن دے دیے جاتے۔ اس طرح کی صورت حال

میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پریشانی لاحق ہوتی کہ وہ ایسے خود سرسرداروں کے معاملہ میں کیا رویہ اختیار کریں اور حق تبلیغ کس طرح ادا کریں۔

جب آخرت کے انجام کا بیان ہوتا اور اس میں پیغمبر کی دعوت کو جھٹلانے والوں کو ملنے والی سزاؤں کا ذکر ہوتا تو سادات قریش کے تن بدن میں آگ لگ جاتی۔ وہ کسی طرح یہ ماننے کو تیار نہ ہوتے کہ پیغمبر کے نادار اور مفلوک الحال ساتھی تو جنت کی نعمتوں اور آسائشوں سے نوازے جائیں گے اور قریش کے کئی پشتوں سے سردار جہنم میں جھونکے جائیں گے۔ ایسے بیانات پر وہ مشتعل ہو جاتے تو ٹولیاں بنا بنا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آنکھیں دکھاتے تاکہ آپ ان کے طیش و غضب سے مرعوب ہو کر اپنا مشن چھوڑ جائیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مادی لحاظ سے کوئی غیر معمولی امتیازی سلوک نہ ہونے پر اور آپ کے صحابہ کی بے سروسامانی پر قریش کے اعتراضات معقول نہیں کہے جاسکتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مادی لحاظ سے آسودگی یا بے سروسامانی اور اخلاقی و روحانی اعتبار سے ہدایت پانے یا نہ پانے کا آپس میں کوئی تعلق نہیں۔ یہ دو مختلف احوال ہیں۔ ایک آدمی معاشی طور پر آسودہ ہے تو یہ بات اس کے اخلاق و کردار کے افضل ہونے کی ضمانت نہیں ہو سکتی، بلکہ دیکھا گیا ہے کہ ایسا آدمی کردار کی ایسی خامیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے جن میں کم وسائل رکھنے والے لوگ مبتلا نہیں ہوتے۔ ہدایت تو رب کا فضل ہے جو اس کا طالب بنتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو اپنے فضل سے نوازتا ہے۔ اسباب معیشت کی فراوانی ایک بہت بڑا فتنہ ہے۔ اللہ کے ہاں یہ کسی کے منظور نظر ہونے کی دلیل نہیں، بلکہ قرآن میں اس کا ذکر نہایت حقارت کے ساتھ کیا گیا ہے۔ فرمایا:

وَقَالُوا لَوْلَا نَزَلَ هَذَا الْقُرْآنُ عَلَى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرَبِيِّينَ عَظِيمٍ. أَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ. نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا. وَرَحِمْتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ. وَلَوْ لَا أَن يَكُونَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَن يَكْفُرُ بِالرَّحْمَنِ لِيُوتِيَهُمْ سُقْفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَ مَعَارِجَ عَلَيْهَا

”اور انھوں نے اعتراض اٹھایا کہ یہ قرآن دونوں بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں نازل کیا گیا؟ کیا تیرے رب کے فضل کو یہی تقسیم کرتے ہیں؟ دنیا کی زندگی میں ان کی معیشت کا سامان تو ہم نے تقسیم کیا ہے اور ایک کے درجے دوسرے پر بلند کیے ہیں تاکہ وہ باہم دگر ایک دوسرے سے کام لے سکیں۔ اور تیرے رب کی رحمت اس سے بہتر ہے جو یہ جمع کر رہے ہیں۔ اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ لوگ ایک ہی ڈگر پر چل پڑیں گے تو جو لوگ خدائے رحمان کے منکر

يَظْهَرُونَ . وَلَبِئْسَ أَهْلُهَا يَتَكَبَّرُونَ . وَزُخْرُفًا . وَإِنْ كُلُّ ذَلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا . وَالْآخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِينَ . (الزخرف ۴۳: ۳۱-۳۵)

ہیں ہم ان کے گھروں کی چھتیں چاندی کی کر دیتے اور
زینے بھی چاندی کے، جن پر وہ چڑھتے۔ اور ان کے
گھروں کے کواڑ اور ان کے تخت بھی چاندی کے، جن
پر وہ ٹیک لگا کر بیٹھتے۔ اور یہ چیزیں سونے کی بھی کر
دیتے۔ اور یہ چیزیں تو بس دنیا کی زندگی کی متاع ہیں
اور آخرت تیرے رب کے پاس متقیوں کے لیے ہے۔“

بشریت کے اعتراض کی طرح نبی کے ساتھیوں پر طعنہ زنی بھی ہمیشہ سے کفار کا وطیرہ رہی ہے۔ چنانچہ حضرت

نوح علیہ السلام کے واقعات کے ضمن میں قرآن کا بیان ہے:

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ إِنِّي لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ . أَنْ لَا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ . إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ أَلِيمٍ . فَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ مَا نَرَاكَ إِلَّا بَشَرًا مِثْلَنَا وَمَا نَرَاكَ اتَّبَعَكَ إِلَّا الَّذِينَ هُمْ أَرَادُوا أَنْ يُبَادُوا بِرَأْيِهِمْ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ بَلْ نَنْظُرُكُمْ مُّتَدَلِّينَ .

”اور ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف رسول بنا کر
بھیجا۔ (اس نے ان کو آگاہ کیا کہ) میں تمہارے لیے
ایک کھلا ڈرانے والا ہو کر آیا ہوں کہ اللہ کے سوا کسی
اور کی بندگی نہ کرو۔ میں تم پر ایک دردناک عذاب کے
دن کا اندیشہ رکھتا ہوں۔ تو اس کی قوم کے ان سربراہوں
نے، جنہوں نے کفر کیا، جواب دیا کہ ہم تو تم کو بس
اپنے ہی جیسا ایک آدمی دیکھتے ہیں اور ہم تمہاری
پیروی کرنے والوں میں انہی کو پاتے ہیں جو ہمارے
اندر کے ذلیل لوگ بے سمجھے ہو جھے تمہارے پیچھے لگ
گئے ہیں۔ اور ہم تم لوگوں کے لیے اپنے مقابل میں
کوئی خاص امتیاز بھی نہیں دیکھ رہے ہیں، بلکہ ہم تم کو
بالکل جھوٹا خیال کر رہے ہیں۔“

(ہود ۱۱: ۲۵-۲۷)

اس اعتبار سے گویا قریش کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رویہ وہی تھا جو ماضی کے کفار نے ہر زمانہ میں
اپنے انبیاء کے ساتھ روا رکھا تھا۔ چنانچہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض ہوتا کہ آپ کوئی فوق الفطری خصوصیات
کا مظاہرہ کریں تاکہ ہمارا اشکال رفع ہو تو آپ فرماتے کہ کامل اختیار میرا رب رکھتا ہے۔ میں تو تمہاری مانند ایک بشر
ہوں، البتہ مجھے رسالت کی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔ مجھے اگر جانچنا ہے تو میری اس حیثیت کے لحاظ سے جانچو۔ تم

مجھے زچ کرنے کے لیے جونت نئے مطالبات کر رہے ہو، مجھے ان سے کوئی سروکار نہیں۔ چنانچہ فرمایا:

قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا
 أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ
 إِنِّ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ. (الانعام ۵۰:۶)

”(اے پیغمبر)، تم کہہ دو کہ میں تمہارے سامنے یہ
 دعویٰ نہیں کرتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں،
 اور نہ میں غیب جانتا، اور نہ تمہارے سامنے یہ دعویٰ
 کرتا ہوں کہ میں کوئی فرشتہ ہوں۔ میں تو صرف اس
 وحی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر آتی ہے۔“

شاعر، کاہن، ساحر، مسحور اور مجنون ہونے کا الزام

کسی آدمی کے اصل منصب سے لوگوں کی توجہ ہٹانے کے لیے ایک کارگر طریقہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے مشن کو کوئی
 ایسا رنگ دے دیا جائے جو لوگوں کی نگاہوں میں اس کو بے وقعت بنادے۔ یہ حربہ قریش نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے
 معاملہ میں استعمال کیا۔ چونکہ آپ کے پاس پیش کرنے کی اصل چیز قرآن تھا جسے آپ لوگوں کو سناتے اور اپنی رسول
 ہونے کی حیثیت کو نمایاں کرتے، اس لیے سادات قریش نے آپ کو کبھی شاعر و کاہن ہونے کا الزام دیا، کبھی یہ کہا کہ
 یہ شخص جادوگر ہے جو اپنے جادو کے زور سے معاشرہ میں تفریق پیدا کر رہا ہے، کبھی کہتے کہ یہ پہلے تو چنگا بھلاتھا، اب
 معلوم ہوتا ہے کسی نے اس پر جادو کا عمل کر دیا ہے، جس کے باعث مجنوں الحواس ہو کر یہ عجیب عجیب باتیں کرتا ہے۔
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعر کہہ کر وہ یہ توقع رکھتے کہ زمانہ خود ہی اس شخص اور اس کے کلام کو ختم کر دے گا۔ اس کی
 شہرت چند روزہ ہے۔ اگر جنون کے اثر کے تحت وہ ہمیں کچھ ڈراوے دے رہا ہے تو ان کو سنجیدہ لینے کی ضرورت
 نہیں۔ یہ اس کی بہکی بہکی باتیں ہیں جن کو حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔

جہاں تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش کردہ کلام پر اعتراضات کا تعلق ہے، ان پر سیر حاصل بحث پچھلے باب
 میں ہو چکی ہے۔ اس کو دہرانے کی ضرورت نہیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت عرفی کو داغ دار کرنے کی
 کوشش کی گئی تو خود اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخالفین کے تمام الزامات سے بری کیا۔ فرمایا کہ ہمارے یہ رسول تمہارے
 لیے کوئی اجنبی نہیں ہیں، یہ تمہارے اندر پیدا ہوئے۔ تمہارے ساتھ رہے سہے۔ ان کی زندگی کا ہر دور بچپن سے جوانی
 تک تمہارے اندر گزرا۔ تم میں سے ہر شخص ان کے خلق عظیم کا معترف اور ان کی شرافت، صداقت، امانت، دیانت
 اور عفت و پاکیزگی کا گواہ ہے۔ چالیس برس کی عمر تک تم نے ان پر ہمیشہ اعتماد کیا، لیکن جب سے اللہ تعالیٰ نے ان

کے دل پر اپنی تعلیم نازل فرمائی ہے تم پنچے جھاڑ کر ان کے پیچھے پڑ گئے ہو اور ان کے سابق کردار کو بالکل بھلا بیٹھے ہو جبکہ نہ ان کے مشاہدات میں کسی جھوٹ اور فریب نفس کو دخل ہے اور نہ وحی کا القا کوئی واہمہ ہے۔ یہ جو کچھ پیش کر رہے ہیں، اس میں غیب دانی کی کوئی نمائش نہیں اور نہ یہ پیسا بٹورنے کا ذریعہ ہے۔ کیا تم اس کلام کے اثر کو نہیں دیکھتے کہ اللہ اپنے ان کلمات کے ذریعہ سے باطل کو مٹا کر حق کا اثبات کر رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ کام شیطان کے کرنے کا نہیں ہے۔ دنیا میں آج تک کسی جھوٹے اور جعل ساز نے اس طرح کا فیض بخش اور روح و قلب کو منور کرنے والا کلام پیش کیا جس طرح کا کلام یہ قرآن ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ قریش کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کردار پر حرف رکھنے کی کوئی گنجائش نہ تھی اور نہ وہ دلیلوں سے کسی کو آپ کے خلاف قائل کر سکتے تھے۔ اسی لیے وہ عوام کو بے وقوف بنانے کے لیے قسمیں کھا کھا کر ان کو مطمئن کرتے۔ یہ لوگ مسلمانوں کے اندر وسوسے اور غلط فہمیاں پیدا کرنے کے لیے بھی کوشاں رہتے تاکہ ان میں پھوٹ پڑ جائے اور ان کے دلوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بدگمانیاں پیدا کی جاسکیں۔

کفار کے اس الزام کے جواب میں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنا کلام خدا کی طرف منسوب کر دیتے ہیں اور اس طرح لوگوں پر دھونس جماتے ہیں، قرآن نے ایک اہم حقیقت یہ واضح فرمائی کہ اللہ کے رسول خدا کی نہایت کڑی نگرانی میں اپنا فرض ادا کرتے ہیں جس طرح فرشتہ وحی سے کوئی جن یا کوئی شیطانی قوت وحی کا خزانہ چھین نہیں سکتی اور وہ بالکل خالص اور بے آمیز شکل میں اللہ کے رسول کے حوالہ ہوتا ہے، اسی طرح رسول کے پاس وہ خالص اور بے آمیز شکل میں اس طرح رکھا جاتا ہے کہ خود رسول کی بھی مجال نہیں ہوتی کہ وہ اپنے جی سے اس میں کوئی رد و بدل کر دے۔ اگر خدا نخواستہ کوئی رسول ایسا کرنے کی جسارت کرے تو اللہ کی سنت یہ ہے کہ ہم اس کو اپنے قوی بازو سے پکڑیں گے اور اس کی شاہ رگ ہی کاٹ ڈالیں گے۔ پھر کوئی بھی اس کو ہم سے بچانے والا نہیں بن سکتا۔

قرآن نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے یہ اعلان بھی فرمایا کہ تم قریش پر یہ بات واضح کر دو کہ اگر میں گمراہ ہوں اور تم اس بنا پر میرا ساتھ نہیں دے رہے ہو تو میں اپنی گمراہی کا خمیازہ خود بھگتوں گا اور تم اس کے وبال سے محفوظ رہو گے۔ لیکن اگر میں ہدایت پر ہوں اور یہ ہدایت میرے پاس اپنے رب کی طرف سے نازل ہو رہی ہے تو اس صورت میں تم وحی الہی کے جھٹلانے والے ٹھہرو گے اور اس جرم کا انجام کوئی سہل چیز نہیں ہوگا۔ اس لیے میرے معاملہ میں اچھی طرح غور کر کے کوئی فیصلہ کرو۔

قرآن نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تسلی بھی دی کہ وحی تم نے اپنی خواہش سے نہیں پائی اور نہ اسے اپنی

خواہش سے پاسکتے ہو۔ جس ذات نے یہ چشمہ فیض جاری کیا ہے، وہی اس کو رواں بھی رکھ سکتا ہے اور اس کو روکنے پر بھی قادر ہے۔ اگر اس نے یہ امانت تمہارے سپرد کی ہے تو وہ اس کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کی توفیق بھی عطا کرے گا اور دشمنوں کی سازشوں سے بھی محفوظ رکھے گا۔ بس تم صبر و استقامت سے اپنا کام کیے جاؤ اور دشمنوں کی چالوں کو خاطر میں نہ لاؤ، ان کا مقابلہ کرنے کے لیے اللہ کافی ہے۔ بہت جلد یہ اپنا انجام دیکھ لیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے پیش کردہ کلام کو عوام الناس کی نظروں سے گرانے کے لیے قرشی سرداروں نے جتنے جتن بھی کیے، وہ سب رائیگاں گئے۔ نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی شخصیت کو داغ دار کیا جاسکا اور نہ آپ کے کلام ہی سے متعلق بدگمانیاں پھیلا کر اس سے لوگوں کو متنفر کیا جاسکا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروں کی تعداد میں روز افزوں ترقی ہوتی گئی اور قریش کے ہر خانوادے میں مسلم و کافر کی تقسیم واضح نظر آنے لگی۔ اس صورت حال میں قریش اکابر کے پاس ایک ہی راستہ رہ گیا کہ وہ مسلمان ہونے والوں پر مزید ظلم کریں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو بھی نشانہ بنائیں، قرآن سننے سنانے کو ایک مشکل کام بنائیں اور دہشت پھیلا کر نئے دین کی دعوت کی راہ میں روڑے اٹکائیں۔

(جناب خالد مسعود صاحب کی تصنیف ”حیات رسول امی ﷺ“ سے انتخاب)